شمارہ نمبر 19
People's Voice is Published by **Naseem Ahmad Bajwa,**
from London, on behalf of Movement for Radical Reform's
and People Participation in Pakistan
and distributed free all over the World

نسیم احمد باجوہ
Bar-At-Law

اداریہ

# کیا آپ پاکستان کو بچانا چاہتے ہیں؟

اگر اس سوال کا جواب ہاں میں ہے تو پھر مندرجہ ذیل سطور غور سے اور دل لگا کر پڑھیں اور اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں۔ ملنے والوں کو بھی پڑھائیں۔ میری ساری زندگی لکھنے پڑھنے میں گزری ہے مگر گذشتہ 55 سالوں میں سب سے اہم لکھا جانے والا مضمون وہی ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسے میں نے آپ کی خصوصی توجہ کے لئے لکھا ہے۔ اور آپ جیسے ذہین، محب الوطن پاکستانیوں کو دُنیا بھر میں پہنچایا ہے۔ اس اُمید پر کہ شاید آپ کے دل کی سنگلاخ زمین میں میری دردمندانہ بات اُتر جائے۔ مٹی کی زرخیزی میں تو کوئی شک نہیں مگر میری زندگی کے 55 برس تھوڑے سے نم کی تلاش میں گزرے ہیں۔ کئی بار صحراؤں میں نخلستان نظر آئے۔ میں نے اُن کا تعاقب کیا۔ قریب پہنچا تو وہ سراب نکلے۔ قومی فلاح و بہبود، عوامی خوشحالی، امن اور انصاف کی منزل کی طرف ہر راہرو کے ساتھ کچھ دیر چلا مگر پھر معلوم ہوا کہ ابھی تک راہبر کو پہچان نہیں سکا۔ مناسب سمجھا کہ عمر کے آخری حصہ میں آپ کے ساتھ دل کی بات کی جائے۔ آپ سنیں یا نہ سنیں۔ آپ کی مرضی۔ وطن عزیز سے 45 سالوں سے چھ ہزار میل کے فاصلہ پر رہنے والا بوڑھا شخص اُس ابابیل کی طرح ہے جو ہزاروں سال قبل اپنی چونچ میں پانی کے چند قطرے لے کر بڑھتی ہوئی آگ کی طرف اس خیال سے پرواز کرتی تھی کہ جب تاریخ لکھی جائے تو اُس کا نام آگ بجھانے کی کوشش کرنے والوں میں لکھا جائے۔ تمہید لمبی ہوگئی۔ آیئے اب کام کی بات کریں۔

1947ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس پر جن طبقات کی بالادستی تھی۔ جو طبقات برسر اقتدار آئے اور سالہا سال رہے اُن کے نام ہیں۔ فوج/ سول سروس (اعلیٰ سرکاری افسران یعنی افسر شاہی)۔ جاگیردار/ کٹھ پتلی، نالائق اور عوام دشمن سیاست دان۔ دس سالوں کے اندر سرمایہ دار اور بیس سالوں کے اندر بڑے بینکار بھی حکمران طبقہ میں شامل ہوگئے۔ پاکستان کی 66 سالہ تاریخ مقتدر طبقہ کے انہی چھ کرداروں کے درمیان Musical Chairs کے کھیل یعنی اقتدار میں گھٹتے بڑھتے حصہ اور توازنِ اقتدار میں ہر طبقہ کی حکومت میں تبدیل ہوتے تناسب کی داستان ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ بلکہ شاید زیادہ سچ ہوگا کہ ہم کہاں گرے پڑے ہیں؟ اب اُٹھیں تو کیونکر؟ اُٹھ کھڑے ہوں تو چلیں کیسے؟ چلنا سیکھ لیں تو پھر دوڑیں کس طرح؟ دوڑنا اس لئے پڑے گا کہ زمانہ قیامت کی چال چکا ہے۔ اگر نہ اُٹھے یا نہ اُٹھ سکے تو پھر (بقول شاہ دین ہمایوں) حشر پھر کبھی بپا نہ ہوگا۔ جس قیامت سے ہم ڈرتے ہیں۔ وہ آچکی ہوگی O





CamScanner

ہر پاکستانی یہ سوچتا ہے اور بلند آواز سے کہتا ہے کہ تبدیلی کی ضرورت ہے۔ بڑی تبدیلی لائے بغیر ہم بچ نہیں سکتے۔ پانی سر سے گزرنے والا ہے۔ ہمارے پاس تبدیلی لانے کے لئے صرف چند سال رہ گئے ہیں۔ تبدیلی کا لفظ ہر شخص کے دل و دماغ میں جم چکا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ تبدیلی آتی کیوں نہیں؟ جواب سیدھا سادا ہے۔ امیر کو انقلاب کی ضرورت نہیں۔ متوسط طبقہ کو فرصت نہیں اور محنت کش طبقہ کے پاس ہمت نہیں۔ o

موجودہ سیاسی۔ معاشی اور معاشرتی اور سماجی نظام کے تحت آپ ہزار بار الیکشن کروالیں۔ کوئی بھی بامعنی۔ ٹھوس۔ مثبت۔ دیرپا اور ہمارے شب و روز بدل دینے والی تبدیلی نہ آسکتی ہے اور نہ آئے گی۔ نیتوں کا حال یا اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یا سی آئی اے جو دنیا بھر میں امریکی وظیفوں پر پلنے والے مہروں کو اپنے اشاروں پر نچاتی ہے۔ میں کس طرح بتا سکتا ہوں کہ طاہر القادری صاحب کے آگے کون تھا اور پیچھے کون؟ البتہ یہ صرف جانتا ہوں کہ انہوں نے کیا کہا اور اسلام آباد کی شدید سردی میں دیئے جانے والے دھرنے کی دُنیا کی تاریخ میں کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ بد قسمتی کہ ہم اتنے پارٹی باز ہو گئے ہیں اور تعصبات نے ہماری آنکھوں پر (جو پہلے ہی بنیائی سے محروم تھیں) اتنی موٹی پٹی باندھ دی ہے کہ ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کون بول رہا ہے؟ یہ نہیں سوچتے کہ وہ کہہ کیا رہا ہے؟ آپ جب یہ سطور پڑھیں گے تو انتخابات ہوئے چار ماہ گزر چکے ہوں گے۔ دیانت داری سے کہیں کہ کیا آپ کو یہ نہیں لگتا کہ جو کچھ جناب طاہر القادری نے کہا۔ سچ کہا۔ میں خود بھی اپنی (خوش امیدی کی وجہ سے) توقع رکھتا تھا کہ خطرہ کی گھنٹی بجانے والے کے خدشات غلط ثابت ہوں گے۔ مگر ابھی تک نظر آنے والے آثار یہ بتاتے ہیں کہ ایک اور آرزو تھی جو خاک میں مل گئیo

ہمارا المیہ یہ ہے کہ مساجد جانے والے اور عبادت گزار لوگ لبرل۔ روشن دماغ۔ جدید علوم سے مستفید اور مغربی اقدار کے علمبرداروں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ دُوسری طرف لبرل اور سیکولر لوگوں کی بڑی تعداد نہ صرف مساجد سے دور رہتی ہے بلکہ مذہبی رجحانات رکھنے والے دہشت گردوں کو جنم دینے والی نرسری سمجھتی ہے۔ دونوں طبقات کی ایک دوسرے کے بارے میں پختہ رائے ہے کہ کتنا اچھا ہو کہ اس کا نام و نشان مٹ جائے تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ جب تک مذکورہ بالا دونوں طبقات یک جان اور دو قالب نہیں بن جاتے اس وقت تک نہ ہم بہتری کی طرف بڑھ سکیں گے۔ اور نہ ہمارا کوئی مسئلہ حل ہو گاO

ان سطور کو لکھنے والا خود ایک مردِ تن آساں ہے اور اس کے مخاطب بھی اپنی طرح کے متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے مردانِ تن آساں ہیں۔ افسوس کہ میں کوئی اقبال نہیں کہ آپ کے کام آسکوں۔ میں تو صرف آپ کے سامنے اپنی غیر مفکرانہ مگر حقیقت پسندانہ گذارشات پیش کر سکتا ہوں۔ پہلے ہمارے دشمن کہتے تھے کہ پاکستان ایک ناکام ریاست ہے۔ یہ سن کر ہم جواباً کہتے تھے۔ ہمارے دُشمنوں کے منہ میں خاک۔ ایبٹ آباد کمیشن کی رپورٹ آئی تو پتہ چلا کہ پاکستان میں نگرانی اور جاسوسی کے سب سے بڑے ادارہ ISI کے سابق سربراہ جنرل پاشا نے اپنی گواہی میں یہ دل ہلا دینے والا انکشاف یا اعتراف کیا ہے کہ پاکستان ناکام ریاست ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔ جب کُفر کا چشمہ کعبہ سے پھوٹے تو مسلمان کہاں جائیں؟ جنرل پاشا دیانت اور صداقت سے گواہی دیتے تو کہتے کہ وہ اور اُن کے ساتھی جرنیل ناکام ہو چکے ہیں۔ جرنیل اور حکمرانوں میں شامل دوسرے طبقات (افسر شاہی، سیاست دان، صنعت کار، بینکار، جاگیردار) پاکستان کو ناکامی کے المناک مرحلہ تک لے آنے کے ذمہ دار



CS CamScanner

ہیں۔ ہم نے 66 سال جن کے لیے گھر لُٹایا اب وہی (یا ان کے ترجمان) ہمیں بے ننگ و نام کہتے ہیں۔ غالبؔ سے معذرت طلب کرنے کے بعد یہ لکھنا پڑے گا اگر ہم یہ جانتے تو اپنے گھر کو یوں نہ لُٹاتے o۔

اب رونے پیٹنے سے تو ہماری حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ پھر کریں تو کیا کریں؟ اتنی بڑی بیماریوں کا علاج کیا ہے؟ اِن دکھوں کا مداوا کیا ہے؟ ابنِ مریم کہاں سے لائیں۔ جائیں تو جائیں کہاں؟ میں آپ کے سامنے ایک حل پیش کرتا ہوں۔ (اگر آپ میری تجاویز سے متفق نہ ہوں تو آپ کوئی بہتر حل پیش کریں) میری رائے میں واحد حل یہ ہے کہ ہم مان لیں کہ ریاستی ادارے ناکام ہو چکے ہیں۔ مگر پاکستان کے 18 کروڑ عوام ناکام نہیں ہوئے۔ سول سوسائٹی منظم، متحد اور (ایک لائحہ عمل پر) متفق ہو جائے تو وہ پاکستان کو بچا سکتی ہے۔ سول سوسائٹی کی زبان ہی زبانِ خَلق ہو گی اور اس اعتبار سے نقارۂ خدا بن جائے گی۔ سول سوسائٹی کی پشت پناہی عدالت عالیہ کے باضمیر، بااُصول، بہادر اور قابل صد فخر جج صاحبان کر رہے ہیں اور کرتے جائیں گے۔ سول سوسائٹی پانچ طبقات پر مشتمل ہے۔ وُکلا، اساتذہ، صحافی (میڈیا) مزدور کسان تنظیمیں اور مساجد۔ سول سوسائٹی کی ایک نئی جاندار تحریک چلا کر ریاستی اداروں کی ناکامی سے پیدا ہونے والے خلا کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ تحریک کس طرح چلائی جائے؟ **قومی مجلس مشاورت** کے ذریعے۔ اس مجلس میں کون شامل ہو گا؟ میں جو نام تجویز کرتا ہوں۔ اُن کی فہرست اس شمارہ کے صفحہ نمبر 7 پر درج کی گئی ہے۔ یہ معزز افراد اپنے ساتھ اپنے جیسے بچاس سو لوگ اور ملائیں پاکستان کے ہر بڑے شہر میں اجلاس منعقد کریں اور لاکھوں افراد کو اپنی **پاکستان بچاؤ تحریک** میں شامل کریں۔ اس تحریک کے مقاصد کیا ہوں گے؟ رائے عامہ کو متاثر اور متحرک کرنا۔ سیاسی جماعتوں پر دباؤ ڈالنا۔ قومی مسائل کے وہ حل تجویز کرنا جو سیاسی جماعتیں سوچنے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے ملک میں 145 ارب روپے کی سالانہ بجلی چوری ہوتی ہے۔ اگر بجلی کے بل وصول کرنے کا کام اُس کمپنی کے سپرد کیا جائے جس کے حصہ دار خود صارفین ہوں۔ تو بجلی کی چوری رُک جائے گی۔ پی آئی اے کو (باقی قومی اثاثوں کی طرح) صنعت کاروں کے ہاتھوں اونے پونے داموں فروخت کرنے کی بجائے پی آئی اے کے ملازمین کو ہی اس کا مالک بنا دیا جائے۔ سٹیل مل اور ریلوے کے ملازمین کو بھی ان کا مالک بنا دیا جائے تاکہ نفع کمانا ان کے اپنے مفاد میں ہو اور قومی مفاد میں بھی۔ بے زمین کسانوں (جن کی تعداد ایک کروڑ ہے) کو سرکاری ملکیت میں کروڑوں ایکڑ زمینوں (جو اس وقت بیکار پڑی ہے) کا مالک بنا دیا جائے۔ دفاعی اخراجات میں زیادہ سے زیادہ کمی کر کے (ہر سال بیس فیصد) کروڑوں عوام کو اپنے ملک کے دفاع کا ذمہ دار بنایا جائے۔ ضروریات زندگی پر ٹیکس ختم کر کے بچاس لاکھ نادہندگان سے ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ کار وضع کیا جائے۔ مساجد کو مندروں کی طرح محض عبادت گاہ بنانے کی بجائے مقامی آبادی کی سماجی اور تہذیبی زندگی کا مرکز و محور بنایا جائے جہاں رعایا کو شہریوں میں تبدیل ہو جانے کے مواقع دیئے جائیں۔ تو موجودہ بحران ختم ہو جائیں گے۔ پہلے بھی کئی بار لکھ چکا ہوں۔ دوبارہ لکھتا ہوں کہ ڈیڑھ دو سو سال سے ہونے والی مسٹر اور ملاّ کی لڑائی نے ہمیں اس حال میں پہنچایا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ شیعہ سنی لڑائی ختم کی جائے۔ وقت آ گیا کہ مسٹر اور مُلاّ کی لڑائی ختم کی جائے۔ وقت آ گیا ہے کہ جدید علوم پڑھنے والوں اور مساجد میں سجدہ دینے والوں، بزرگان دین کے مزاروں پر حاضری دینے والوں کی رزم آرائی ختم کی جائے۔ جب تک یہ تضاد ختم نہ ہو گا۔ یہ کشمکش جاری رہے گی۔ تصادم ہوتا رہے گا۔ خانہ جنگی کا سلسلہ اور طویل ہو گا۔ **قومی اتفاق رائے** کی جس قوت کو ہمارے ہاتھ کی

---

If you are seriously interested in helping us in our struggle to Save Pakistan, then join our movement for Radical Reforms and People's Participation in Pakistan. (Started 30 years Ago in London by concerned Pakistanis) Contact Details are on Page 8



CamScanner

تلوار ہونا چاہئے تھا اُس کا فقدان اب ہمارے پاؤں کی بیڑی بن چکا ہےO۔

آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ وزیراعظم نے صحافیوں سے وسط جولائی میں خطاب کیا تو موجودہ صورت حال کی اندھیر نگری کہا۔ محض لوڈشیڈنگ کے حوالے سے نہیں بلکہ ہر لحاظ سے اندھیر نگری۔ کتنا اچھا ہوتا کہ وہ محاورہ مکمل کرتے اور اندھیر نگری کے ساتھ چوپٹ راج کے دو جُڑے ہوئے لفظ بھی بول دیتے اور یہ مان لیتے کہ چوپٹ راج ہی اس اندھیر نگری کا خالق اور ذمہ دار ہے۔ وہ لوگ جو تاریخ کی ستم ظریفی سے اس وقت تخت نشین ہیں۔ چوپٹ راج کا سچ بولنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ چوپٹ راج ختم ہوگا تو اندھیرے خود بخود چھٹ جائیں گے۔ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی بستی روشنی سے جگمگا اُٹھے گی۔ بے نُور زمین پر خدائے ذوالجلال کی نعمتوں کا نور برسے گا۔ خزاں کی جگہ بہار آئے گی۔ سب کچھ بدل جائے گا۔ سب کچھ بہتر ہو جائے گا۔ ریاستی اداروں کی ناکامی (جس سے انکار کرنا خود فریبی ہوگی) کے بعد اب ایک نئے **معاہدہ عمرانی** کی ضرورت ہے۔ قیام پاکستان کے وقت نئی ریاست اور اسے بنانے والے عوام کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا (یہی معاہدہ تحریک پاکستان کی جان تھا) وہ ہمارے حکمرانوں کی پہاڑوں سے اُونچی نالائقی اور سمندروں سے گہری کرپشن نے ختم کر دیا۔ جب حکمران اپنے تین دریا ہندوستان کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ ہر سال اتنے کھرب روپے چرائیں کہ اُن کی گنتی مشکل ہو جائے تو ایک عام آدمی بجلی کیوں نہ چرائے؟ متوسط طبقہ رشوت کیوں نہ لے؟ امیر لوگ ٹیکس کیوں نہ چرائیں؟ اب حکومت اور عوام میں ایک قسم کی ٹھن گئی ہے۔ نہلے پر دہلا۔ چوری کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ دیکھیں کہ چوری میں کون بازی لے جاتا ہے۔ حکمران یا عوام؟ جب یہ صورت حال ہے تو قومی خزانہ خالی کیوں نہ ہو؟۔ ہر سال امریکہ سے پانچ سات ارب ڈالروں کی خیرات مانگ کر گزارہ کیوں نہ کیا جائے؟ حکمرانوں اور عوام کی چور بازاری نے آزاد پیدا ہونے والے لوگوں کو غلام۔ گداگر بلکہ گدائے بے حیا بنا دیا ہےO

**نئے معاہدہ عمرانی کو قومی مجلس مشاورت** مرتب کرے اور ہر شہری اپنی عبادت گاہ میں جا کر اور اپنی مقدس مذہبی کتاب پر ہاتھ رکھ کر اس معاہدہ کے احترام کا حلف اُٹھائے۔ میں تجویز دیتا ہوں کہ اس معاہدہ کے تحت ہر شہری عہد کرے کہ وہ ملکی قوانین کا احترام کرے گا۔ نہ رشوت دے گا نہ رشوت لے گا۔ کوئی شہری بجلی چوری نہیں کرے گا۔ حکمران ہو تو قومی خزانے سے چوری نہیں کرے گا۔ سرکاری افسر، فوجی افسر اور سیاست دان ہو تو سرکاری مراعات سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ تمام مذاہب کا احترام کرے گا۔ اقلیتوں اور خواتین کو اتنے حقوق دے گا کہ وہ ہر میدان میں برابری کی سطح پر آ جائیں۔ ہر شہری امن و انصاف، قانون کی بالادستی اور انسانی حقوق کی جدوجہد میں حصہ لے گا۔ علم کے زیادہ سے زیادہ فروغ کی کوشش کرے گا۔ جہالت، بیماری اور غربت کے خاتمہ کو اپنا نصب العین بنائے گا۔ اختلاف رائے کو برداشت کرنا سیکھے گا۔ رواداری کو اپنائے گا۔ تاکہ ہم اندھیروں سے اور دلدلوں سے نکل سکیں۔ اور مل جل کر روشنی، خوشی اور خوشحالی کی طرف بڑھ سکیں۔ کروڑوں افراد اسی معاہدہ افراد پر حلف اٹھائیں۔ جب تک صرف عوام ہی نہیں بلکہ۔ بدنصیب بے بس، بے کس، بے آواز عوام کی گردنوں پر سوار حکمران بھی یہ حلف نہ اُٹھائیں گے ہمارا ایک بھی مسئلہ حل نہ ہوگا۔ اہلِ عراق کی طرح مرگِ مفاجات ہمارا مقدر بن جائے گی۔ تقدیر کے قاضی کا یہی فتویٰ اور فیصلہ ہے۔ گزرے ہوئے کل سے نہیں بلکہ ازل سے O

یہ مشہور مقولہ آپ نے کئی بار سنا ہوگا کہ 1947 سے پہلے ہم ایک قوم تھے جس کا اپنا کوئی ملک نہیں تھا۔ ملک تو بن گیا۔ مگر اب ہم قوم نہیں رہے۔ اور جو ملک بنا۔ وہ صرف 24 سالوں کے اندر (1971ء) میں ٹوٹ بھی گیا۔ اب ہمارے پاس جو بچا کھچا ملک ہے وہ ہر طرح کی مصیبتوں اور بحرانوں میں اتنی بری طرح گرفتار ہو چکا ہے کہ اِس کا وجود خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اب ہم وہ قوم نہیں رہے



CamScanner

جس نے ملک بنایا تھا۔ متحد، متفق، منظم، پختہ ایمان، راسخ ایمان رکھنے والی قوم۔ اب ہم دوبارہ قوم بنیں گے تو ملک بچے گا ورنہ نہیں۔ 1940ء سے لے کر 1947ء تک قیام پاکستان کی عوامی تحریک چلی اور کامیاب رہی۔ آیئے ہم اک نئی **تحریک پاکستان** چلائیں جس میں صرف ایک نصب العین ہو اور وہ ہو پاکستان کو بچانا۔ حکومت، سرکاری ادارے یا کوئی ایک سیاسی جماعت یا بلکہ سب سیاسی جماعتیں ملکر بھی ہمیں قوم نہیں بنا سکتیں O سرکاری اداروں اور سیاسی جماعتوں کا دائرہ کار منطقی طور پر ضابطوں۔ پابندیوں اور رُسوم و قیود میں جکڑا ہوتا ہے۔ دفتروں کا سُرخ فیتہ اُن کے ہاتھ پاؤں ہی نہیں ذہن کو بھی ماضی کے کھونٹے سے باندھ دیتا ہے۔ اُن کے پاس وہ بال و پر نہیں ہوتے جو لاکھوں کروڑوں افراد کو قوم بن جانے کی بلند و بالا منزل کی طرف پرواز کرنے کی صلاحیت اور قوت اور ہمت دیتے ہیں۔ قوم کا وجود ہمیشہ سول سوسائٹی کی مرہون منت ہوتا ہے۔ سول سوسائٹی کا مطلب ہے تمام سیاسی جماعتوں کے روشن دماغ اور عوام دوست عناصر، وکلا، اساتذہ، طلباء و طالبات، ذرائع ابلاغ (اخبارات، ٹیلی ویژن، ریڈیو، Internet، کتابیں اور رسالے) مزدور کسان تنظیمیں، رضا کار انجمنیں (N.G.O) اور سب سے اہم عبادت گاہیں (مساجد، مندر، گرجا گھر) اہمیت کے اعتبار سے اولاً مجھے مساجد کو سب سے پہلے اور سب سے اُوپر لکھنا چاہیے تھا۔ بشرطیکہ آپ مسجد کو اپنی سماجی زندگی کا مرکز محور بنا دیں۔ یہی ہمارے بچاؤ کا نسخہ کیمیاء ہے۔ آیئے ہم مل کر سوچیں کہ اس پر عمل درآمد کے لئے کیا کچھ کیا جائے؟ اور جو کرنا ہے وہ جلد از جلد کیا جائے۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا  منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں  (اقبالؒ)

## بلوچستان: انصاف عنقا ہے

''لاپتہ افراد کے بارے میں جب ہماری سپریم کورٹ نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار کیا تو اعلیٰ افسروں کے کیسے کیسے شاہکار بیانات ہماری نظر سے نہیں گزرے۔ سونے پر سہاگہ ہمارے ایک وزیر کی گل افشانیاں تھیں۔ ہمارے یہ وزیر ہر روز صبح ناشتے کے بعد سوٹ پہن کر اور سج سنور کر نکل جاتے تھے اور اخباری نمائندوں، ٹیلی ویژن کیمروں کے سامنے فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے رہتے تھے۔ انہوں نے ''لاپتا'' افراد کو کبھی دشمن کا ایجنٹ اور غدار کہا، کبھی یہ اطلاع دی کہ وہ سرحد پار چلے گئے ہیں اور وہاں سے چھاپہ مار کارروائیوں میں حصہ لے رہے ہیں۔ کبھی کچھ اور کہہ دیا۔

کچھ دنوں پہلے جب ان افراد کی بازیابی کے لئے مقدمے کھلے اور سپریم کورٹ نے عدالت میں انہیں پیش کرنے کے لئے نہایت سخت احکامات جاری کیے تو چند فاقہ زدہ اور تشدد کے مارے ہوئے نوجوان محترم چیف جسٹس کے سامنے پیش کیے گئے جو سیدھے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اور بولنا بھول گئے تھے۔ ان کے حالِ زار پر جب شور و غل مچا تو لاپتہ بدنصیبوں کی تشدد زدہ اور مسخ شدہ لاشیں بوریوں میں بند کر کے سڑک پر یا کھیت کھلیان میں پھینکی جانے لگیں۔ ہمارے معصوم (یقیناً سیدھے) وزیر کو یہ نہیں معلوم کہ لاپتہ ہو جانے والے یہ افراد پہلے تو دماغ کے خلل میں گرفتار ہوتے ہیں، گھربار، والدین، بیوی بچے اور دوست احباب سے کنارہ کر کے جنگل بیابان میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں جا کر وہ فاقہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد خود پر تشدد کا ہر طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ کبھی سگریٹوں سے اپنا بدن داغتے ہیں، کبھی کسی کلہاڑی سے اپنے دو چار جوڑ کھول دیتے ہیں، 'لاپتا' ہونے سے پہلے وہ جو بوری اپنے ساتھ لائے تھے اسے پہن لیتے ہیں اور پھر اسے اندر سے سی لیتے ہیں۔ لیجیۓ ایک لاپتا فرد نے اپنی بوری بند لاش خود تیار کر لی اب ہماری سرکار کا جہاں سے جی چاہے اسے برآمد کر لے۔

ہمارے مقتدر اداروں اور ان کے سایہ عاطفت میں اقتدار کی بندر بانٹ سے مستفید ہونے والوں کو شاید ابھی تک اندازہ نہیں کہ ناانصافی کی آگ میں جلتے ہوئے بلوچستان کا آتش فشاں کسی لمحے بھی پھٹ سکتا ہے جس کے بعد سب کچھ دھرا رہ جائے گا۔ ان کی نظر سے شاید ایمنسٹی انٹرنیشنل 2012ء کی رپورٹ نہیں گزری جس میں واضح الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ ''پاکستان میں حقوق انسانی کی صورتحال خراب ہے۔ عورتوں، نسلی اور مذہبی اقلیتوں کو تحفظات فراہم نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے یا تو ایسا کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے، یا پھر وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔'' بلوچستان کے بارے میں تحریر ہے کہ تشدد سے بے حال بلوچستان سے وفاق اور صوبائی حکومت نے قانون کی حکمرانی اور امن عامہ کی صورتحال بہتر کرنے کے لئے جو وعدے کیے



CamScanner

تھے وہ ابھی تک وعدہ فردا ہیں۔لوگوں کو لاپتہ کرنے کے ذمے دار افراد کو قانون کے کٹہرے میں نہیں لایا گیا، ان واقعات کے بارے میں جو تفتیش کی گئی وہ ناکافی اور ناقص تھی۔ بہ طور خاص اس وقت جب اس نوعیت کے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کا تعلق مبینہ طور سے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور خفیہ ایجنسیوں سے تھاO

میری نگاہوں میں تالا لگا ہوا وہ تابوت گھوم جاتا ہے جس میں مبینہ طور سے پاکستان کے ایک معزز اور روادار شہری اور بلوچ نواب کی میت تھی، اس کے آخری دیدار کی اجازت اس کے بیٹوں اور پوتوں کو بھی نہ ملی اور اس کی میت اس کے ورثا کے حوالے نہیں کی گئی، اس کے چاہنے والوں کو اس کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہونے دیا گیا۔ یہ وہ نواب اکبر بگٹی تھا جس نے اس ملک کی تخلیق کے لئے ووٹ دیا تھا اور جواپنی شہادت کے وقت 80 سال کا ہونے والا تھاO

ہماری حکمران اشرافیہ اور مقتدرین نے بلوچستان کے ساتھ کیا نہیں کیا اور پھر بھی سارا الزام، تمام دشنام بلوچوں کے لئے ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ وہ غدار ہیں، دہشت گرد ہیں۔ننگ دیں، ننگ وطن ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے معتبر اور ذمے دار ادارے جو کچھ بھی کہتے رہیں، ہماری سرکار کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔لیکن کم از کم یہ تو جان لیجئے کہ آپ کا مائی باپ امریکہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے کیا نتائج وعواقب ہوسکتے ہیںO

چند دنوں پہلے واشنگٹن سے حقوق انسانی کے بارے میں اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کی سالانہ رپورٹ جاری کی گئی ہے۔جس میں کہا گیا ہے کہ ہم بلوچستان میں ہونے والے تشدد کے حوالے سے تشویش میں مبتلا ہیں، اس رپورٹ میں بلوچستان سے لاپتہ ہونیوالوں کے معاملے کو بھی اٹھایا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جون 2010ء سے دسمبر 2011ء کے درمیان لاپتہ افراد کی 355 مسخ شدہ لاشیں مل چکی ہیں۔حضور امریکا سے آنے والی اس رپورٹ کو ہنسی میں نہ اڑایئے اور اس بات پر غور کیجئے کہ امریکا اگر بلوچستان کو ان ناانصافیوں سے نجات دلوانے کے لئے سوچنے لگے تو اس کے نتائج کتنے تباہ کن ہوسکتے ہیں۔

بلوچ وائس فار مسنگ پرسنز (لاپتہ افراد کے لئے بلوچ آواز) نے اپریل 2012ء میں کہا تھا کہ 14,400 بلوچی لاپتہ ہوچکے ہیں اور 400 بلوچوں کی تشدد زدہ اور مسخ شدہ لاشیں مل چکی ہیں۔سوچیں تو سہی کہ کیا قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس کا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو رات کی تاریکی یا دن کے اُجالے میں اٹھالیں۔اس کے گھر والے مہینوں اور برسوں اس کی تلاش میں مارے مارے پھریں، پھر اس کا زخموں سے چور بدن وصول کریں اور انہیں آہ بھی کرنے کی اجازت نہ ہو؟

جناب! دنیا بھر میں جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں اور غداروں کے بھی قانونی حقوق ہوتے ہیں۔آپ کے کہنے کے مطابق ایک شخص اگر وطن فروش ہے تو آپ اسے عدالت میں کیوں نہیں لاتے؟ اس کے خلاف ثبوت فراہم کیوں نہیں کرتے؟ آپ کو ایسا کرنے سے کون روکتا ہے؟

سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن نے بہت اچھا کیا کہ بلوچستان کے مسئلے پر ایک کانفرنس بلائی جس میں ملک کی معتبر سیاسی جماعتوں اور بلوچ جماعتوں نے پچھلے برس شرکت کی اور 15 نکاتی ایجنڈے پر متفق ہوئے۔اس میں سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ بلوچستان کا حل صرف سیاسی ہے، اسے فوج کے ذریعے حل کرنے کی کوشش نہیں کی جائے۔اس طرح کی کانفرنس ہر سال ہونے چاہئے۔ سپریم کورٹ بار ہی نہیں۔ ہر ہائی کورٹ بار میں۔ ہر ڈسٹرکٹ بار میں۔سول سوسائٹی (وکلا، اساتذہ، صحافی، NGO، مزدور کسان تنظیمیں اور مساجد اس بدترین ظلم وتشدد کے خلاف آواز بلند کر کے اس روک سکتی ہیں۔

آج سے نہیں قیام پاکستان کے زمانے سے بلوچستان کے ساتھ ناروا سلوک رکھا گیا۔ یہ ناانصافیاں بڑھتی گئیں اور 60ء کی دہائی سے آج تک ان ناانصافیوں میں دن دوگنا، رات چوگنا اضافہ ہوا ہے۔ یہ ناانصافیاں کوئی بھی باضمیر اور ہوش مند انسان برداشت نہیں کرسکتا، نہ محب وطن، کی آڑ میں ہونے والی غیر انسانی کارروائیوں پر آمنا وصدقنا کہہ سکتا ہے۔سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والوں، ادیبوں اور صحافیوں نے ہر مرحلے پر ان ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ آوازیں بلند آہنگ ہوتی گئی ہیں۔

صحافتی کالموں کی بات ایک طرف رکھیے کہ وہ مسلسل شائع ہورہے ہیں، ایسی کئی ادبی تحریریں ہیں، جو بلوچوں کے حقوق اور انہیں انصاف فراہم کرنے کے لئے ملک بھر کے غیر بلوچوں نے لکھیں، ان میں تازہ ترین اضافہ، گردش مرثیہ، ہے۔ ایک ستم گزیدہ اور الم رسیدہ گروہ سے تعلق رکھنے والے ہمارے بہت عمدہ شاعر صابر ظفر نے بلوچوں اور بلوچستان پر ہونے والے مظالم کا نوحہ ''گردش مرثیہ'' کے نام سے لکھا ہے۔صابر ظفر نے اس قدیم بلوچ روایت کو یاد کیا ہے جب میدان جنگ سے کشتۂ تیغ ستم ہونے والے بلوچ نوجوانوں کے لاشے گھروں میں لائے جاتے تو ان کے رشتے دار اور قرابت دار خواتین مانگ میں سیندور بھر کر اپنی اوڑھنیوں کے پلو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ان لہولہان لاشوں کے گرد پھیرے لگاتیں اور ان کا مرثیہ پڑھتیں۔ بلوچوں میں یہ رسم، گردشِ مرثیہ، کہلاتی تھی۔صابر ظفر نے بلوچی، براہوی اور بلوچستان میں مستعمل دوسری زبانوں کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے سینکڑوں اشعار پر مشتمل اس نظم کو جس درد سے لکھا ہے وہ خوں رُلاتی ہے۔

لوٹا تھا نہ جن شہیدوں کو — عمر بھر ان کا انتظار — چپ ہیں کیوں، ہم نوا بلوچوں کے — کس نے ان کی زباں پہ بار کیا
ہم سے ڈیرے ہمارے چھینے گئے — تب رُخِ دشت و کوہسار کیا — میرے معدن پہ پلنے والوں نے — مجھے محروم روز گار کیا
ماورائے عدالت اپنا قتل — ٹوپی والوں نے بار بار کیا — کتنی ماؤں کے لال مارے گئے — کتنی آنکھوں کو اشکبار کیا
مسخ لاشوں کو آؤ پہچانو — موت کا کس نے کاروبار کیا

خون کے یہ آنسو ہماری ادبی برادری کی طرف سے کشتۂ ستم بلوچ نوجوانوں کی ماتم گسار ماؤں کے حضور نذرانہ ہیں۔لیکن دکھے ہوئے دلوں پر مرہم صرف عدالت عظمیٰ رکھ سکتی ہے۔ یہ اسی کے بس میں ہے کہ بلوچستان جہاں انصاف عنقا ہے، وہاں انصاف فراہم کیا جائے۔صرف حکم نہیں دیا جائے۔اس حکم کی تعمیل بھی کرائی جائے۔



CamScanner

# مجوزہ قومی مجلس مشاورت

اعجاز چوہدری۔فیصل داؤد۔ثروت قادری۔ثریا خورشید۔اکرم ذکی۔راجہ ذوالقرنین۔فاروق باجوہ۔بلال صوفی۔سلمان راجہ۔پروفیسر عادل نجم۔منظور اعجاز۔اکرام سہگل۔قاضی جاوید۔جواد احمد (گلوگار)۔ڈاکٹر مبشر حسن۔جسٹس (ر) اللہ نواز۔منظور گیلانی۔ثناء اللہ بلوچ۔ڈاکٹر مہدی حسن۔صدیق الفاروق۔کرامت علی۔جسٹس (ر) اشرف بھٹی۔ڈاکٹر طاہر القادری۔چوہدری جعفر اقبال۔ڈاکٹر مجاہد منصوری۔ڈاکٹر صفدر محمود۔شمشاد احمد۔فیروز شاہ گیلانی۔انور منصور خان۔ڈاکٹر عبدالقدیر خان۔احمد اویس۔ڈاکٹر جاوید اقبال۔فوزیہ صدیقی۔ڈاکٹر شاہد کاردار۔ایاز امیر۔میاں نعیم بشیر۔ڈاکٹر شیریں مزاری۔شفقت محمود۔رضا ربانی۔جاوید غامدی۔سنی کونسل کا نمائندہ۔شیعہ راہنما۔(سابق چیف جسٹس) سعید الزمان صدیقی۔رانا بھگوان داس۔ڈاکٹر عطاء الرحمٰن۔عادل گیلانی۔ڈاکٹر اشفاق خان۔ڈاکٹر محمد یعقوب۔بلال احمد محبوب۔طاہرہ عبداللہ۔ ڈاکٹر عابد سلہری۔جسٹس وجیہہ الدین احمد۔وجاہت مسعود۔عائشہ صدیقہ۔حسن نثار۔جاوید ہاشمی۔شیخ رشید احمد۔سلیم صافی۔عرفان صدیقی۔ڈاکٹر میرا فیلبوس۔پروفیسر ساجد میر۔نجم سیٹھی۔حفیظ اللہ نیازی۔ہارون رشید۔حسن جعفر زیدی۔قاری محمد امین (امام مسجد موج دریا)۔طلال بگٹی۔اختر مینگل۔میر حاصل بزنجو۔رسول بخش پلیجو۔ممتاز بھٹو۔ڈاکٹر قادر بخش مگسی۔راجہ منور احمد۔ڈاکٹر مجاہد کامران۔ڈاکٹر خالد رانجھا۔قاضی محمد انور۔الطاف حسن قریشی۔پروفیسر عمر فاروق۔آئی۔اے رحمان۔عابد حسن منٹو۔افتخار گیلانی۔رسول بخش رئیس۔غوث علی شاہ۔جنرل (ر) شاہد عزیز۔مولانا فضل الرحمٰن۔عبدالمجید ملک۔بشارت شیخ۔ڈاکٹر شاہد حسین صدیقی۔رانا اعجاز احمد خان۔آصف ایزدی۔ایڈمرل جاوید اقبال۔جنرل (ر) حمید گل۔میاں محمد اسلم۔اوریا مقبول جان۔عطاء الحق قاسمی۔عبدالصمد اچکزئی۔جسٹس رشید رضوی۔جسٹس خلیل رمدے۔بشریٰ الرحمان۔خواجہ نصیر۔لیاقت بلوچ۔امیر العظیم۔ممتاز احمد تارڑ۔اسد اشرف اکرم۔رانا اقبال۔میاں مرغوب احمد۔طاہر نصر اللہ وڑائچ۔حامد میر۔ڈاکٹر حسین احمد پراچہ۔حارث خلیق۔فیصل باری۔عاصمہ جہانگیر۔طلحہ محمود۔ثناء اللہ بلوچ۔عبدالرشید (عدلیہ بچاؤ کمیٹی)۔جنرل (ر) عبدالقیوم۔مجلس وحدت المسلمین۔نذیر ناجی۔ضیاء شاہد۔حارث قدوائی۔سہیل وڑائچ۔مجیب الرحمٰن شامی۔ایس۔ایم۔ظفر۔وسیم سجاد۔عاصم سجاد اختر۔ڈاکٹر اسرار شاہ۔ڈاکٹر بابر اعوان۔مظہر عباس۔سلیم بخاری۔کاشف عباسی۔مبشر لقمان۔ایم حمزہ۔نصرت جاوید۔جاوید چوہدری۔انصار عباسی۔انجمن مزارعین (اوکاڑہ)۔مہر جیون خان۔پروفیسر ہمایوں احسان۔سرتاج خاں (سوات)۔میاں حماد اظہر۔جہانگیر اشرف قاضی۔ارشاد احمد عارف۔ظفر ہلالی۔نوید احمد۔آمنہ مسعود جنجوعہ۔ڈاکٹر فرخ سلیم۔میاں خورشید قصوری۔جمیل یوسف۔صغریٰ صدف۔انصار عباسی۔رستم مہمند۔مجید اصغر۔ادریس بختیار۔ڈاکٹر دانش۔

---

# انصاف عوام دوست فورم کا منشور

سماجی اور معاشی انصاف ○ مساوات ○ عوامی خوشحالی ○ لوٹ کھسوٹ اور کرپشن پر مبنی نظام کا خاتمہ ○ قانون کی حکمرانی ○ مراعات یافتہ طبقہ کی بالادستی سے مکمل نجات ○ سلطانی جمہور ○ عوام کے مفاد میں عوام کے صحیح نمائندوں کی حکمرانی ○ ہر سطح پر اقتدار میں عوام کی شرکت ○ امن وامن کی بحالی ○ امریکی غلبہ۔امریکی خیرات۔اور ڈرون حملوں کی صورت میں امریکی جارحیت کی مزاحمت ○ مقامی کلچر اور دیسی اقدار کا فروغ ○ مکمل مذہبی آزادی ○ خواتین اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت ○ ارب اور کھرب پتی لوگوں کے معاشی استحصال اور سیاسی اثر ورسوخ کے خلاف جہاد ○ بجلی۔پانی۔جان و مال کی حفاظت اور انصاف کی فراہمی ○ سرکاری افسروں اور سیاستدانوں کا احتساب ○ فیصلہ سازی اور سرکاری حسابات میں شفافیت ○ حضرت ابوذر غفاریؓ۔شاہ ولی اللہؒ۔اقبالؒ اور صوفیائے کرام کے نظریات پر اک نئے انقلابی نظام کا قیام۔۔۔۔

یہ ہیں وہ ستون جن پر اک نئے۔جاندار۔روشن۔عوام دوست اور قابل فخر پاکستان کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔تاریخ نے یہ عہد ساز ذمہ داری اب آپ کو سونپی ہے ○

---

# انصاف عوام دوست فورم کے ہم خیال ساتھی

نمبردار محمد نور زمان (ساہیوال)۔راشد امین۔تصور حسن خاکوانی۔امین ذکی۔مظہر ساہی (لاہور)۔قیصر عباس شاہ (ایڈووکیٹ راولپنڈی)۔ضیغم اللہ (ایڈووکیٹ گوجرانوالہ)۔فیاض الحسن (ایڈووکیٹ گجرات)۔زینب لودھی۔شاہد رانا۔احمد اویس۔سید فیروز شاہ گیلانی۔وقار طور۔حماد اکبر ولانہ۔زمان خان وردگ (لاہور) رانا ضیاء عبدالرحمٰن (لاہور)۔سرفراز اشرف رانجھا (اوکاڑہ)۔فیض الرسول اعوان (جوہر آباد)۔ملک محمد اسماعیل (مظفرگڑھ)۔رانا محمد اسحاق (بھکر)۔محمد خاور (پھالیہ)۔ساجد تنولی (مانسہرہ)۔اکرام اللہ (مردان) اظہر علی باجوہ (پسرور)۔فضل قادر میمن (حیدر آباد)۔احتشام عالم۔حامد علی پاشا (شیخوپورہ)۔احمد وقار (کھاریاں)۔محمد اشفاق (منڈی بہاؤالدین) اکبر اعوان (کراچی)۔مسعود صادق طلہ (ساہیوال)۔راجہ ثناء الحق (چکوال)۔رفیق خان نیازی (اٹک)۔محمد فرخ ڈال (اسلام آباد)۔محمد سردار (کہوٹہ)۔محمد فاروق اعوان (بورے والا)۔سید فضل حسین بخاری (بھکر)۔ملک شہادت حسین اعوان (خوشاب)۔میجر (ر) شہباز جنجوعہ (سرگودھا)۔بیرسٹر عمیر خان نیازی (میانوالی)۔شہزاد حیدر (ٹیکسلا)۔چوہدری محمد عابد۔(گوجر خان)۔گوہر نواز سندھو (سیالکوٹ)۔بیرسٹر محمد اشرف (فیصل آباد)۔محمد ایوب ترین (کوئٹہ)۔محمد انور (منڈی بہاؤالدین) یونس خٹک (ڈی جی خان)۔نوید قریشی (چیچہ وطنی)۔نعیم عباسی (ہزارہ ڈویژن)۔نادیہ لطیف کھوکھر (پنڈی)۔پرویز انور (سمندری)۔انیق ملک۔طارق چوہدری۔جران سونی (برطانیہ)۔ولایت خان (ٹوکیو)۔عدالت خان (کوپن ہیگن)۔چوہدری عبدالغفور (پیرس)۔طارق رشید (دوبئی)۔



CamScanner

آوازِ خلق۔ وکلاء۔ طلباوطالبات۔ نوجوانوں۔ محنت کشوں اور تحریک انصاف کے کارکنوں کی آواز

# کچھ نہ بدلے گا مکینوں کے بدل جانے سے

(محمد سلیم قریشی)

ضروری ہے کہ تمام سیاسی رہنما عوام کو بتائیں کہ وہ معاشرے اور معیشت کو درپیش امراض سے کس طرح نجات دلائیں گے۔ ایک سیکورٹی سٹیٹ کو کس طرح فلاحی مملکت کی طرف لے جائیں گے اور بھی سوال ہیں جو جواب چاہتے ہیں جس کے لئے وژن درکار ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وژن اُصولی سیاست کی طرف لے جاتا ہے اور اُصولی سیاست دان کو خود اس کے گھر والے ووٹ دینے پر تیار نہیں ہوتے۔ ووٹ اسے ملتے ہیں جو نوکری دلا سکے، تھانے سے چھڑا سکے، غلط معاملات میں بھی ساتھ دے سکے، برادری اور پنچائت کی طاقت سے چلتا ہو۔ یہی پارلیمانی جمہوریت ہے۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر کوڑے کرکٹ کے قلعے۔ جھوٹے وعدے، جھوٹی اُمیدیں O لکھ رکھئے چہروں کی تبدیلی اور کچھ قوانین میں بظاہر ردوبدل کے سوا انتخابات سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جب تک ہم اس سرمایہ دارانہ معاشی نظام سے نجات حاصل نہ کر لیں جسے گزشتہ چھ عشروں سے فوجی ڈکٹیٹر اور جمہوری حکمران نافذ کرتے آئے ہیں، جس میں عوام کا استحصال ہوتا ہے اور صرف اور صرف حکمران طبقے کے مفادات کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ انتخابات کے ذریعے ہم قیادت کے بلند معیار کے متلاشی ہیں۔

یہ خام خیالی ہے کہ چاروں طرف دیکھیں آپ کو ہر سیاسی جماعت کا دامن بلند معیار کے زیادہ افراد سے خالی نظر آئے گا۔ مغرب میں قیادت کا معیار اتنا بلند ہے کہ اگر کسی پر کرپشن کا محض الزام ہی لگے تو وہ تحقیق کا انتظار کئے بغیر استعفیٰ دے کر چلا جاتا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ میں یہ اعلیٰ قیادت گزشتہ 250 برس سے بلا کسی تعطل کے جمہوریت کے ذریعے سرمایہ داریت نافذ کر رہی ہے لیکن نتیجہ تمام مغربی اور دیگر ممالک کے عوام عظیم پریشانیوں کا سامنا کرتے ہوئے چلا رہے ہیں، احتجاج کر رہے ہیں کہ یہ ایک فیصد کی جمہوریت ہے 99 فیصد کی نہیں۔ بحران سے سرمایہ داریت کی ناکامی ظاہر ہے O

توانائی کے بحران کو لے لیجئے۔ پاکستان میں توانائی پیدا کرنے والے پاور جنریشن پلانٹس کے ساتھ ساتھ گیس اور تیل کے شعبوں کی نجکاری کے بعد ان کا کنٹرول چند کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے جو صرف اور صرف اپنے نفع میں اضافے اور مفادات کے مطابق اقدامات انتہائی اور قیمتوں کا تعین کرتی ہیں۔ ان اثاثوں کے حقیقی مالک عوام ہیں ریاست ان سہولتوں کو بغیر کسی نفع نقصان کے عوام تک پہنچانے کا انتظام کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”مسلمان تین چیزوں میں شراکت دار ہیں پانی، چراگاہیں اور آگ“ یعنی توانائی گیس اور تیل کے کنوئیں، کوئلے کی کانیں اور بجلی جنریشن پلانٹس، نہ ان کی نجکاری کی جاسکتی ہے نہ ہی ان پر ٹیکس لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی منافع۔ اس طرح قیمتوں میں نمایاں کمی ہوتی ہے، صنعت وزراعت ترقی کرتی ہے اور عوام کو سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے۔ یہ بھی جائز نہیں کہ لوگوں پر اپنی مرضی کے ٹیکس نافذ کئے جائیں۔ پاکستان میں جی ایس ٹی اور دیگر بالواسطہ ٹیکسوں (Indirect Taxes) کا تناسب کل آمدنی کے 50 فیصد سے تجاوز کر چکا ہے۔ اسلام میں ظلم پر مبنی ٹیکسوں کے نظام کا تصور بھی ممکن نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی قانون ساز نہیں اور ذرا سوچیے جس نے اس کائنات اور انسانوں کو تخلیق کیا، کیا وہی نہ جانے گا کہ انسانوں کے لئے کیا بہتر ہے۔ اس سے بغاوت کر کے آپ الیکشن کراتے رہیے لیکن ”کچھ نہ بدلے گا مکینوں کے بدل جانے سے“۔

---

صرف چہروں کو ہی نہیں نظام کو بدلیں۔ تبدیلی ہو یا انقلاب۔ اس کا راستہ۔ واحد راستہ تحریک سکوائر سے ہو کر گزرتا ہے۔ پاکستان بنا بھی عوامی جدوجہد سے تھا۔ پاکستان بچے گا بھی عوامی جدوجہد سے۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ نہ جاگے تو سویرا نہیں ہوگا۔

---

**London Office:** 39 Gowers Walk London E1 8BS. Tel: 0044-2072651777
Fax: 0044-2074812718 Mob; 0044-7867786562 Email: bajwaandco@aol.com